✿✿✿ تقریر ✿✿✿

تقریر بابت خاندانِ مسیح موعودؑ
وقت 5-7منٹ

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب
والدِماجد حضرت مسیح موعودؑ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا يَبۡلُغَنَّ عِنۡدَكَ الۡكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوۡ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنۡهَرۡهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوۡلًا كَرِيۡمًا

(بنی اسرائیل:24)

تیرے ربّ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی، تو اُنہیں اُف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے "سیرت حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب والدِماجد حضرت مسیح موعود علیہ السلام"

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد بزرگوار کا اسمِ گرامی حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب تھا۔ سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ 1791ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مرزا عطا محمد صاحب اپنے اہل و عیال کے ساتھ ریاست کپور تھلہ کے علاقہ میں بمقام بیگووال چلے گئے اور کئی سال تک یہ خاندان بیگووال میں رہا اور اسی جگہ آپ کے والد مرزا عطا محمد صاحب نے وفات پائی۔ ان کے بعد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب خاندان کے سرپرست قرار پائے۔ آپ اپنے والد کی میت قادیان لائے اور ان کی اپنے خاندانی قبرستان میں تدفین کی۔ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے راجہ رنجیت سنگھ کے دربار تک رسائی حاصل کی جس کے بعد راجہ رنجیت سنگھ نے انہیں ان کی جدی ریاست کا صدر قادیان اور پانچ اور دیہات بھی دیے۔

(حیات احمد جلد اوّل صفحہ 46-47)

بعد میں آپ اپنے بھائیوں سمیت مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج میں داخل ہو گئے اور کشمیر کی سرحد اور دوسرے مقامات پر قابل قدر خدمات انجام دیں۔ نونہال سنگھ، شیر سنگھ اور دربار لاہور کے دور دَورہ میں بھی حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب ہمیشہ فوجی خدمات پر مامور رہے۔ جب 1848ء کی بغاوت ہوئی تو اُس وقت بھی آپ نے اپنی سرکار سے پوری وفاداری کا ثبوت دیا اور اس کی طرف سے لڑے۔

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحبؒ کی شادی ایمہ مغلاں ضلع ہوشیارپور کے ایک معزز مغل خاندان میں مرزا جمیعت بیگ صاحب کی ہمشیرہ محترمہ چراغ بی بی صاحبہ کے ساتھ ہوئی۔ اس شادی کے نتیجہ میں حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے ہاں سب سے پہلے ایک بیٹا پیدا ہوا جو چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو گیا۔ اس کے بعد ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ جس کا نام مراد بی بی رکھا گیا۔ یہ بہت نیک اور صاحب رؤیا خاتون تھیں۔ ان کے بعد ایک بیٹا پیدا ہوا جن کا نام مرزا غلام قادر صاحب تھا۔ ان کے بعد ایک دو بچے پیدا ہوئے لیکن وہ بچپن کی عمر میں ہی فوت ہوتے گئے۔ آپ کی اہلیہ چراغ بی بی صاحبہ ایک لمبے عرصہ سے ایک ایسے بیٹے کے لئے دعا مانگ رہیں تھیں جو لمبی عمر پائے چنانچہ اس کے بعد حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام جمعہ کی صبح 13ء فروری 1835ء کو پیدا ہوئے۔

سامعین! آپ ایک بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ بڑے بڑے انگریز حکمران بھی آپ کے رعب اور دبدبہ اور جرأت سے مرعوب ہو جایا کرتے تھے۔ لیکن آپ کا یہ رعب ایک خوبصورت توازن رکھتا تھا اور یہ رعب خاص طور پر امراء اور متکبر لوگوں کے لیے تو ایک اور رنگ رکھتا تھا لیکن غرباء اور مسکین لوگوں کے لیے یہ رعب محبت اور شفقت اور ہمدردی کے رنگ میں رنگین ہوتا تھا۔

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کا چہرہ پُر رعب اور پُر شوکت تھا اور کسی شخص کو یہ جرأت نہ تھی کہ ان سے آنکھ ملا کر گفتگو کر سکے اور نہ کسی کا یہ حوصلہ ہوتا تھا کہ بلا تکلف ان کے مکان پر چلا جاوے۔ بلکہ سیڑھیوں پر جانے سے پہلے دریافت کر لیتا اور پھر بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہوئے ڈرتا تھا۔ بڑے آدمیوں میں چونکہ نخوت اور تکبر ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی اصلاح کی طرف ہمیشہ متوجہ رہتے۔ علاج کے لئے جو لوگ آتے ان میں سے بھی غرباء کی طرف پہلے توجہ کرتے اور اگر معمولی ملاقات کے لئے بڑے آدمی (جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے تھے) آتے تو ان کو اپنا حقہ نہیں دیتے تھے... ہاں اپنے معمولی ملازموں اور خادموں تک کو دے دیتے۔ اور ان کے ساتھ نہایت شفقت اور خندہ پیشانی سے پیش آتے۔

(حیات احمدؑ جلد اول صفحہ 62۔63)

حضرت مرزا صاحب میں شجاعت، مروّت، عفو و احسان اور مخلوقِ خدا سے ہمدردی جیسی قابلِ قدر خوبیاں تھیں وہاں آپ کے اوصافِ حمیدہ میں ایک نمایاں وصف اخلاقی جرأت بھی تھا اور اس کے ساتھ ہی آپ صادق اور راست باز مشہور تھے۔ اگر چہ بعض اوقات امر واقعہ کے اظہار نے آپ کو کسی رنگ میں نقصان پہنچایا ہو مگر کہنے سے کبھی مضائقہ نہ کرتے تھے۔ اسی طرح حکام سے جب ملتے خواہ وہ کتنے ہی بڑے پایہ کے ہوں، بے تکلف ملتے تھے اور نہایت آزادی سے گفتگو کرتے تھے اور حکام بھی پوری توجہ سے ان کی باتوں کو سنتے تھے اور قدر کرتے تھے۔ حکام سے بے تکلفی کے ساتھ صاف گوئی اور اپنے وقار کا بھی خیال رکھتے۔

سامعین! آپ کے رعب اور عزت و تکریم کا ایک اور نظارہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک موقع پر ڈیوس صاحب ضلع گورداسپور میں مہتمم بندوبست تھے۔ بٹالہ میں جہاں انار کلی واقع ہے ان کا عملہ کام کرتا تھا۔ قادیان کا ایک برہمن جو محکمہ بندوبست میں معمولی ملازم تھا مرزا غلام قادر صاحب کے ساتھ جو مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے بڑے بیٹے تھے۔ گستاخانہ رنگ میں پیش آیا۔ مرزا غلام قادر صاحب جو بڑے قوی ہیکل اور سپاہیانہ رنگ کے نوجوان تھے... گستاخانہ لہجہ کو برداشت نہ کر سکے۔ انہوں نے وہیں اس گستاخ زبان دراز کو سیدھا کر دیا۔ معاملہ بڑھ گیا اور ڈیوس صاحب نے ان پر ایک سو روپیہ جرمانہ کر دیا۔ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب امرتسر میں تھے۔ وہ فوراً ڈیوس صاحب کے پاس گئے اور ان کو اس واقعہ سے اطلاع دی۔ انہوں نے جناب مرزا صاحب کی دلجوئی اور اس خاندان کے اعزاز کو قائم رکھنے کے لئے بلا طلب مسل جرمانہ معاف کر دیا۔

(حیات احمد، جلد اول صفحہ 60)

یہ واقعہ اس بات کو بھی ظاہر کرتا ہے کہ آپ کو اپنی اولاد کی عزتِ نفس اور خاندانی وجاہت کا خیال بھی تھا اسی لئے آپ فوری طور پر انگریز افسر کے پاس گئے۔ آپ اپنی اولاد سے ایسی محبت رکھتے تھے جو انہیں ایک فرض شناس، مؤدب اور خوددار انسان بنائے۔ اس ضمن میں ایک واقعہ پیش کرتا ہوں جسے حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ نے اس طرح بیان کیا ہے:

”مرزا غلام قادر صاحب محکمہ پولیس میں سب انسپکٹر تھے اور ضلع گورداسپور میں نسبٹ (NISBAT) صاحب ڈپٹی کمشنر تھے۔ ایک مرتبہ ڈپٹی کمشنر صاحب نے انہیں معطل کر دیا اور پھر جب وہ قادیان آیا اور حضرت مرزا صاحب سے ملاقات ہوئی۔ تو خود نسبٹ صاحب نے کہا کہ میں نے غلام قادر کو معطل کر دیا ہے۔ اس پر حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے جو جواب دیا۔ وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے اور نسبٹ صاحب نے جو اس کی قدر کی۔ وہ دنیا میں ہمیشہ واجب العزت رہے گی۔ مرزا صاحب نے فرمایا۔ اگر قصور ثابت ہے تو ایسی سخت سزا دینی چاہیے کہ آئندہ شریف زادے ایسا قصور نہ کریں۔ ڈپٹی کمشنر نے یہ سن کر مسل میں لکھ دیا کہ ”جس کا باپ ایسا ادب دینے والا ہو اس کو سزا دینے کی ضرورت نہیں“

(حیات احمد جلد اول صفحہ 61)

سامعین! حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کا اپنے خدا سے ایک خاص تعلق ہی تھا کہ جس کی بنا پر انہیں اپنے خدا پر ایک بھروسا تھا، ایک توکل تھا، یقین تھا کہ وہ خدا بھی آپ کی لاج رکھتا تھا۔ آپ کی زندگی کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ

"آپ ایک دفعہ سخت بیمار ہوئے اور بیماری بہت طوالت پکڑ گئی۔ اسی اثناء میں ان کے ہاں ایک ملاں آیا اور اس نے سمجھا کہ مرض کا بہت زور ہے تو وہ باہر نکل کر کواڑ کے پیچھے اس انتظار میں کھڑا ہو گیا کہ کب دم نکلتا ہے اور عورتیں رونا شروع کرتی ہیں۔ وہ دیر تک اسی حالت میں کھڑا تھا کہ اچانک آپ کی نظر اس پر پڑ گئی۔ فرمانے لگے ملاں! چلے جاؤ ابھی تو میرے بیس سال باقی ہیں تُو کب تک انتظار کرے گا۔ چنانچہ سچ مچ آپ اس کے بعد ایک عرصہ تک زندہ رہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 142)

سامعین! حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کو شعر و شاعری سے بھی شغف تھا۔ فارسی میں نہایت عمدہ شعر کہتے تھے۔ آپ تحسین تخلص فرماتے تھے۔ آپ کا کلام کسی دیوان کی صورت میں شائع نہیں ہو سکا۔ آپ کا سارا کلام آپ کے پوتے حضرت خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب نے ایک مرتبہ جمع کیا تھا اور حافظ عمر دراز صاحب ایڈیٹر پنجابی اخبار مرحوم کو دیا تھا لیکن وہ ان سے کہیں گم ہو گیا۔ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب ایک عالم بھی تھے اور علم دوست بھی، کتب خانہ کا خاص طور پر شوق تھا اور بہت سی کتابیں آپ کے کتب خانہ میں موجود تھیں۔ آپ کی ایک بہت بڑی لائبریری تھی۔ اپنی اولاد کو بھی تعلیم کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کرنے کا از حد خیال تھا۔ اسی لیے آپ نے مختلف علاقوں کے بہترین اساتذہ کا انتخاب کیا اور بھاری معاوضہ دے کر قادیان بلایا کہ وہ یہاں رہ کر ان کو تعلیم دے سکیں۔ مختلف مضامین پڑھانے کے لئے وقتاً فوقتاً تین اساتذہ محترم فضل الٰہی صاحب، محترم فضل احمد صاحب اور محترم گل علی شاہ صاحب قادیان میں رہ کر آپ کے صاحبزادگان کو پڑھاتے رہے۔

حضرت مرزا صاحب کو اپنے بچوں کی تعلیم اور حصول علم کا بہت اشتیاق تھا۔ البتہ تعلیم اور علم کے زیور سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ بچوں سے محبت کا یہ پہلو بھی غالب تھا کہ مطالعہ میں اتنا زیادہ شغف نہ ہو کہ خرابیٔ صحت کا اندیشہ ہو۔ آپ اس کا بھی خیال رکھتے۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام کی سوانح میں ہم دیکھتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کو مطالعہ میں از حد شغف تھا اور اسی قدر آپ کے والد ماجد آپ کے متعلق فکر مند رہا کرتے تھے۔

سامعین کرام! آپ ایک اچھے طبیب بھی تھے۔ مخلوقِ خدا کی ہمدردی کا جذبہ بھی آپ کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھا۔ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب باوجود اپنی طبی حذاقت کے بلا تفریق ہندو، مسلمان، امیر، غریب سب کو فیض پہنچاتے تھے اور دور دور سے لوگ ان کے معالجہ سے فائدہ اٹھانے کے لیے آتے تھے۔ اور یہ مسلم بات ہے کہ ان کا ہاتھ دستِ شفا مشہور تھا اور آپ کی طبابت کا ایک غالب عنصر مخلوقِ خداوندی سے ہمدردی بھی تھی۔ ایک ریاست کے سربراہ اور شاہی خاندان کے فرد ہونے کے ساتھ ساتھ آپ انگریزی حکومت کے ایک وفادار ساتھی سمجھے جاتے تھے۔ لیکن ان تمام فضائل کے باوجود آپ غریب اور بے کس لوگوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہوتے۔ آپ کی طبابت کے ذکر میں یہ بیان ہوا ہے کہ آپ بٹالہ میں قیام فرما تھے کہ آپ کو معلوم ہوا کہ قادیان میں چوہڑوں کے محلہ میں ہیضہ کی وبا پھوٹ پڑی ہے تو آپ فوراً واپس تشریف لائے اور سیدھے ان کے محلہ میں گئے وہاں رکے لوگوں سے ہمدردی کا اظہار فرمایا اور دوائی تیار کی اور سب کو دی، جس سے یہ وبا ختم ہو گئی۔

(سیرت المہدی حصہ اوّل روایت نمبر 235)

سامعین! آپ ایک ایسے بزرگ انسان تھے جو باوجود دنیا کے دھندوں میں مصروف رہنے کے اپنے خدا کے ساتھ ایک ایسا تعلق رکھے ہوئے ضرور تھے کہ دنیاوی دھندوں کی دھول تو اس پر پڑتی رہی لیکن آپ کے پاک دل کا ایک گوشہ اپنے خالق اور مالک کی ذات کے ساتھ وابستہ ضرور تھا اور یہ وابستگی آپ کی زندگی میں ایک چنگاری کی طرح رہی جس کی حرارت کبھی قریب رہنے والے اور دیکھنے والے محسوس کرتے اور اہل دل مشاہدہ کرتے رہے۔ لیکن یہی چنگاری ان کی زندگی کے آخری وقت میں بھڑک کر شعلہ سا بن کر سامنے آتی ہے۔ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کو اپنی زندگی دنیاوی دھندوں میں ضائع کرنے کا از حد افسوس تھا اور آخری عمر میں آپ اس پر ہم و غم کا اظہار فرماتے رہتے تھے۔ خدا کو آپ کے تاسف اور ندامت کے آنسو ایسے پسند آئے کہ ان کے دل میں قادیان کی بستی کے عین درمیان میں ایک جامع مسجد بنانے کا ارادہ پیدا ہوا۔ انہوں نے نئی زمین خرید کر مسجد بنانے کا ارادہ کیا۔ جہاں اس وقت مسجد اقصیٰ موجود ہے۔ یہ سکھ کارداروں کی حویلی تھی۔ یہ جگہ جب نیلام ہونے لگی تو اہالیان قادیان کو چونکہ معلوم ہو چکا تھا کہ میرزا صاحب اس جگہ مسجد بنانے کا عزم کیے ہوئے ہیں اس لیے ان لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کا خوب مقابلہ کیا۔ معمولی سی قیمت والی جگہ کی سینکڑوں روپے تک بولی پہنچ گئی۔ ایسی صورت حال کو دیکھ کر اس اولوالعزم دل نے عہد کیا کہ مجھے اگر اپنی ساری جائداد بھی فروخت کرنا پڑی تو میں وہ فروخت کر دوں گا لیکن خدا کے گھر کی تعمیر کرنے کے لیے یہ جگہ خرید کے رہوں گا۔ (ماخوذ از حیات احمد جلد اول صفحہ 66)

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ مسجد آپ نے بنائی جو مسجد اقصیٰ کے نام سے آج بھی قادیان میں موجود ہے اور آپ کے پاکیزہ عزم وہمت کی روشن مثال ہے جو قیامت تک ان شاء اللہ قائم رہے گی۔

سامعین! ایک مختصر علالت کے بعد آپ کی وفات جون 1876ء میں ہوئی۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ کی وفات کا سنہ 1872ء بھی ہوسکتا ہے۔

(قادیان کے آریہ اور ہم، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 423-424)

جب مسجد اقصیٰ کی تعمیر شروع ہوئی تھی تو آپ نے وصیت کرتے ہوئے مسجد کے صحن کے باہر ایک جگہ نشان کیا کہ میری قبر اس جگہ بنائی جائے اور ملفوظات جلد 5 صفحہ 426 کے مطابق اپنی وفات سے صرف بائیس 22 دن پہلے اپنی قبر کا نشان بتلایا کہ اس جگہ ہو۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ اپنے والد ماجد کے اس جذبہ محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قریباً چھ ماہ پہلے حضرت والد صاحب نے اس قصبہ کے وسط میں ایک مسجد تعمیر کی کہ جو اس جگہ کی جامع مسجد ہے اور وصیّت کی کہ مسجد کے ایک گوشہ میں میری قبر ہو تا خدائے عزّوجلّ کا نام میرے کان میں پڑتا رہے کیا عجب کہ یہی ذریعہ مغفرت ہو۔ چنانچہ جس دن مسجد کی عمارت بہمہ وجوہ مکمل ہوگئی اور شاید فرش کی چند اینٹیں باقی تھیں کہ حضرت والد صاحب صرف چند روز بیمار رہ کر مرض پیچش سے فوت ہوگئے اور اس مسجد کے اسی گوشہ میں جہاں انہوں نے کھڑے ہو کر نشان کیا تھا دفن کئے گئے۔ اللّٰھم ارحمه وادخله الجنّة۔ آمین۔ قریباً اسی 80 یا پچاسی 85 برس کی عمر پائی۔"

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 191 حاشیہ)

آپؒ کی تدفین مسجد اقصیٰ کے صحن سے باہر اس جگہ کی گئی جہاں آپ نے پہلے سے نشاندہی کی ہوئی تھی تب یہ جگہ باہر ہی تھی اور بعد میں جب مسجد اقصیٰ کی توسیع کی گئی تو یہ قبر صحن کے اندر آگئی۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قبر کافی نیچے ہے موجودہ شکل اس تعویذ کی ہے جو قبر کے اوپر بنایا گیا ہے اور پنڈت دیوی رام جو کہ اس زمانے میں قادیان کے سکول میں نائب مدرس تھے ان کا بیان ہے کہ

"جب آپ کے والد ماجد فوت ہوئے۔ تو اسی مسجد کے صحن میں صندوق میں ڈال کر دفن کئے گئے اور وہ قبر پختہ بنا دی گئی۔"

(سیرت المہدی جلد اوّل روایت نمبر 759)

سامعین! خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحبؒ کو جو اعزاز بخشا وہ یہ ہے کہ خدا کا ایک پیغمبر ان کی نسل سے ہوا۔ ان کا ایک بیٹا خدا کا فرستادہ اور رسول ٹھہرا۔ وہ امام مہدی اور مسیح موعودؑ کے طور پر مبعوث ہوا اور اس ناطے خدا کے اس مسیح کے سارے کام ان بزرگ والدین کے لیے صدقہ جاریہ اور بلندیٔ درجات کا باعث بنتے رہیں گے۔

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

✡✡✡✡